اصولی اختلاف کا اظہار کیا۔ لیکن ان کے عہد میں بات اپنی انتہا کو نہیں پہنچی تھی جس سے یہ امر متحقق ہو سکتا کہ اگر مسلمانوں کی جماعت (Main body of Islam) میں کوئی اصولی اختلاف بعد والا فرقہ پیدا ہو جائے تو جماعت یا بالفاظ دیگر سواد اعظم کو اسے اپنے اندر کس حد تک اور کس حیثیت سے جگہ دینی چاہیے۔ حضرت علیؓ کے بعد کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جو ہمارے نزدیک نظیر کی حیثیت رکھتا ہو۔ رہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، تو وہاں سرے سے فرقوں کے وجود ہی کو جائز تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو فرقے جمہور سے اصولی اختلاف رکھتے ہیں اسلامی حکومت میں ان کی کیا حیثیت قرار پانی چاہیے۔ ممکن ہے کہ آگے چل کر ہماری اس تحریک کے علمی اور عملی نشوونما سے اس کا کوئی حل خود بخود نکل آئے یا کم از کم ہمارے سامنے کوئی ایسی روشنی نمودار ہو جائے جس سے ہم اس مسئلہ کو بآسانی حل کر سکیں۔ آپ نے اگر اس معاملہ میں کوئی بات سوچی ہے تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ مجھے اس سے مطلع فرمائیں گے۔

احادیث کی تحقیق میں اسناد اور تفقہ کا دخل

نوٹ :۔ گذشتہ اشاعت کے رسائل و مسائل میں "تقلید و عدم تقلید" کے عنوان سے جو خط و کتابت درج کی گئی تھی اس سلسلہ میں مزید مراسلت یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ ناظرین اس بحث کے مفید پہلوؤں سے استفادہ کر سکیں۔ اگرچہ صاحب مراسلہ اب اس معاملہ میں مطمئن ہو چکے ہیں کہ ان اختلافات کو ان کی حد میں رکھ کر اقامت دین کے لیے مشترک جدوجہد کی جا سکتی ہے، لیکن جن دوسرے لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے مسائل کھٹک پیدا کر رہے ہیں ان کی معلومات کے لیے اس مراسلت کی اشاعت ضروری ہے۔

سوال :۔ خط و کتابت کے کئی مراحل طے ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک کوئی اطمینان بخش صورت ظاہر نہ ہوئی۔ تاہم اس خط سے محض ایک سوال کے حل پر ساری بحث ختم ہو سکتی ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ حدیث و فقہ کا ہم پلہ ہونا، اسناد حدیث میں خامیوں کا پایا جانا وغیرہ مضامین آپ کی نظر میں بنیادی ہیں یا فروعی؟ —— اگر اصولی اور بنیادی ہیں جیسا کہ جماعت کے مستقل کتابی لٹریچر میں ان کی اشاعت سے اندازہ ہوتا ہے تو پھر کسی مخالفت کا اندیشہ کیے بغیر جماعت اہل حدیث روایت کے باب میں جو غلو رکھتی ہے اس کی اصلاح و تنقید کے لیے پورا زور قلم صرف کیجیے، جیسا کہ آپ نے لیگ اور کانگریس پر تنقید کرتے ہوئے کیا ہے۔ باقی رہا جماعت کے اندر اور باہر بحث کا دروازہ کھل جانے کا اندیشہ تو یہ کوئی نئی بات نہ ہو گی کیونکہ اس سے پہلے بھی اخبار اہلحدیث امرتسر میں تصدیق الحدیث کے عنوان سے اس پر تنقید ہو چکی ہے اور اب بھی ایک مولوی صاحب .... میں تفہیمات کے اقتباسات ("مسلک اعتدال") سنا سنا کر جماعت اسلامی کے ہم خیال اہل حدیث افراد میں بددلی پیدا کر رہے ہیں اور پوری طرح فتنہ کا سامان ہو گیا ہے اور جماعتی ترقی میں مزاحمت ہو رہی ہے۔

لیکن اگر یہ مضامین فرعی اور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں جیسا کہ آپ کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے تو تفہیمات جیسی اصولی اور اہم کتاب اور مستقل لٹریچر کی صورت میں ان پر اہتمام و تفہیم کی ضرورت نہ تھی، اس کے لیے صرف ترجمان القرآن کے صفحات کافی تھے۔ افسوس کہ جس چیز کو آپ فروعی تحریر فرماتے ہیں وہی جماعتی توسیع کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ خود آپ ہی دستور جماعت کی دفعہ ۵ جز (د) میں تحریر فرماتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے رکن کے لیے ان تمام بحثوں سے اپنی زندگی کو پاک کرنا ضروری ہے جن کی کوئی اہمیت دین میں نہ ہو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ غیر اہم کو اہم بنایا جا رہا ہے اور اس کے لیے تفہیمات کے صفحے کے صفحے سیاہ کیے گئے ہیں؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بنیادی اصلاح کا کام باقی ہی نہ رہا تھا؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر یہاں دو جدا جدا چیزیں ہیں جنھیں مخلوط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ فقہی جزئیات کی تفصیل میں کتاب و سنت کے ماتحت مختلف ہونا الگ معاملہ ہے اور اسے برداشت کیا جاسکتا ہے یعنی اس بارے میں بنیادی امور کے اشتراک و اتحاد کے لیے رواداری برتی جاسکتی ہے۔ لیکن اصولی طور پر روایت نبوی اور درایت مجتہد کو مساویانہ حیثیت دے دینا ناقابلِ برداشت ہے، بلکہ بعض حالات میں یہ معاملہ انکارِ حدیث کا مترادف ہوسکتا ہے۔ خود اکابر حنفیہ بھی اس کے قائل نہیں نیز امام ابوحنیفہؒ نے بھی اس قسم کے عقیدہ و خیال سے تبری اور بیزاری ظاہر کی ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ اور شامی)

اب اس کشمکش کو رفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ "مسلک اعتدال" والا مضمون آئندہ تفہیمات کے اڈیشن میں شائع نہ کیا جائے اور ترجمان القرآن میں ملک مہذب و مودب تنقیدی مضمون کی اشاعت کا موقع مرحمت فرمایا جائے۔ یہ تنقید ہمدردانہ اور جماعتی ترقی کے لیے ہوگی، مخالفانہ اور معاندانہ نہ ہوگی۔

سوال :۔ آپ کی تفہیم۔ ترجمان القرآن کی قدیمی وسعت ظرفی اور عالی ہمتی سے اس قسم کی امید وابستہ رکھنا بیجا نہ ہوگا۔

ارکان کو کسی نہ کسی مسئلہ، تو سمجھا تھا کہ میرے آخری خط سے آپ مطمئن ہوگئے ہوں گے لیکن اب اس عنایت نامہ کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ میں آپ کو مطمئن کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ آپ نے اب جو سوال کیا ہے اس کے سلسلہ میں میرا بھی ایک سوال ہے۔ وہ یہ کہ میری کتابوں میں جنھیں آپ مستقل لٹریچر فرماتے ہیں، فروع و جزئیات کے متعلق صرف یہی ایک "مسلک اعتدال" والی بحث آپ کو نظر آئی ہے یا اور بھی کسی مقام پر میں نے جزئیات و فروع سے بحث کی ہے؟ اگر دوسرے مقامات پر بھی ایسی بحثیں ہیں اور یقیناً ہیں تو جزئیات و فروع سے عدم تعرض اور [illegible] اصول تک تقریر و گفتگو کو محدود رکھنے پر اصرار کی ضرورت آپ کو صرف اسی جگہ کیوں محسوس ہوئی؟

پھر آپ کا یہ ارشاد کہ جزئیات و فروع پر سرے سے میری کتابوں میں بحث ہی نہ ہونی چاہیے، بجائے خود صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ شاید کوئی شخص بھی مجرد کلیات تک اپنی بحثوں کو محدود رکھنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ کبھی کلیات و اصول کی توضیح میں اسے جزئیات سے بحث کرنی ہوگی، کبھی لوگوں کے شکوک و شبہات اور استفسارات کے جواب میں اس کی ضرورت پیش آئے گی اور کبھی خود تحقیق مسائل کے سلسلہ میں بہت سے جزئیات کو زیر بحث لانا پڑے گا اور جب یہ چیزیں بحث میں آئیں گی تو لامحالہ بہت سے امور ایسے ہوں گے جو کسی نہ کسی گروہ کے مسلک سے مختلف ہوں گے۔ اس لیے سرے سے آپ کا یہ مطالبہ ہی صحیح نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ آپ نے میرے پچھلے خطوط پر غور نہیں کیا۔ میں نے ان میں یہ بات عرض کی تھی کہ اقامتِ دین کی جد و جہد میں مختلف المسالک جماعتوں اور کو اکٹھا کرنے کے لیے یہ کوئی شرط نہیں ہے کہ یا تو مسائل فقہیہ پر تحقیق کی آزادی سب لوگوں سے سلب کرلی جائے، یا پہلے ان سارے مسائل کو طے کرکے ایک مسلک کی جماعت بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس کے بجائے صحیح یہ ہے کہ تحقیق مسائل میں سب کے لیے آزادی رہے اور صرف تحقیق ہی کے لیے نہیں بلکہ اس کے اظہار و بیان کے لیے بھی آزادی رہے اور کسی کا مسلک کسی پر مسلط نہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں دستور کی جس دفعہ کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا منشا وہ نہیں ہے جو آپ نے سمجھا ہے، بلکہ اس کا منشا مناظرے اور معرکے بند کرنا ہے۔

میری پچھلی تحریروں سے جو عجیب عجیب معنی آپ نے پیدا کیے ہیں ان پر مجھے افسوس بھی ہے اور حیرت بھی۔ تعجب ہے کہ آپ دوسرے شخص کے مسلک کو سمجھنے کی کوشش کے بجائے خود اپنی بدگمانی سے ایک بات وضع کرکے اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ آپ کا یہ فقرہ کہ "اصولی طور پر روایت نبوی اور درایت مجتہد کو مساویانہ حیثیت دے دینا ناقابل برداشت ہے، بلکہ بعض حالات میں یہ معاملہ انکارِ حدیث کا مترادف ہوسکتا ہے"، یقیناً میرے مسلک کی ترجمانی نہیں ہے۔ آپ خود ہی انصاف سے غور کیجیے کہ تفہیمات میں حدیث کے متعلق جو مضامین میں نے لکھے ہیں اور اپنی دوسری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابوں اور مضامین میں جس طرح میں حدیث سے استدلال و احتجاج کرتا رہا ہوں، ان سب چیزوں کو دیکھنے کے بعد میرے متعلق یہ شبہ کرنے کی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے کہ میرا ذرہ برابر بھی میلان منکرین حدیث کے مسلک کی طرف ہو سکتا ہے؟ پھر اگر آپ مجھے مومن اور مسلمان سمجھتے ہیں تو آخر کس طرح آپ میرے متعلق یہ گمان کر سکتے ہیں کہ میں کسی روایت کو فی الحقیقت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم مان لینے کے بعد پھر اس پر فقہ یا اجتہاد کسی امام کے قول کو ترجیح دے سکتا ہوں یا اس کے ہم پلہ قرار دے سکتا ہوں؟ یہ حرکت کیا معنی، اس کا خیال کرنے کے بعد بھی کیا کوئی آدمی مومن رہ سکتا ہے؟

دراصل آپ لوگ جس غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ یہی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اجتہاد و تفقہ کو حدیثِ رسولؐ پر ترجیح دیتے ہیں یا دونوں کو ہم پلہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ اصل واقعہ یہ نہیں ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو، اس کی حضورؐ کی طرف نسبت کا صحیح و معتبر ہونا بجائے خود زیر بحث ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک محدثین کے کسی روایت کو صحیح قرار دے [illegible] لازم آجاتا ہے کہ اسے حدیث رسول مان لیا جائے، لیکن ہمارے نزدیک اس سے یہ لازم نہیں آتا بلکہ اسناد کی صحت [illegible] ذریعہ ہے جن سے کسی روایت کے حدیثِ رسولؐ ہونے کا ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے۔ ہم اس کے علاوہ متن پر [illegible] کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ کرنا، اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ [illegible] میں قوی تر ذرائع سے جو سنت ثابتہ ہمیں معلوم ہو، اس پر نظر ڈالنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا لحاظ کیے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے۔ بہرحال میرے عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اس امر میں نہیں ہے کہ حدیث رسول اور اجتہاد مجتہد میں مساوات ہو یا نہیں، بلکہ اختلاف دراصل اس امر میں ہے کہ روایات کے رد و قبول اور ان سے احکام کے استنباط میں محدثین کی رائے اور متفقہین کی رائے کا مرتبہ مساوی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ دونوں گروہوں میں سے کس کی رائے زیادہ وزنی ہے؟ اس باب میں اگر کوئی شخص دونوں کو ہم پلہ قرار دیتا ہے تب بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے تب بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا۔ لیکن آپ لوگ اس کو گنہگار بنانے کے لیے اس پر خواہ مخواہ یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ حدیث کو حدیث رسولؐ مان لینے کے بعد پھر کسی مجتہد کی رائے کو اس ..... کا ہم پلہ یا اس پر قابل ترجیح قرار دیتا ہے، حالانکہ اس چیز کا تصور بھی کسی مومن کے قلب میں جگہ نہیں پا سکتا۔

محدثین جن بنیادوں پر احادیث کے صحیح یا غلط یا ضعیف وغیرہ ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں ان کے اندر کمزوری کے مختلف پہلوؤں [illegible] مضمون مسلک اعتدال میں بیان کر چکا ہوں۔ جن امور کو میں نے وہاں نظیر میں پیش کیا ہے وہ بیشتر علامہ ابن عبد البر کی کتاب "جامع بیان العلم" سے ماخوذ ہیں۔ آپ براہ کرم مجھے بتائیے کہ فی الواقع کمزوری کے وہ پہلو فن حدیث میں موجود ہیں یا نہیں؟ اگر موجود ہیں تو پھر آخر آپ حضرات ہم سے محدثین کی آرا پر ایمان لے آنے کا مطالبہ کیوں اس شد و مد سے کرتے ہیں؟ محدثین کو بالکل ناقابل اعتنا، تو ہم نے کہا نہیں، نہ کبھی ہم اس کا خیال بھی دل میں لا سکتے ہیں، بلکہ اس کے برعکس حدیث کی تحقیق میں سب سے پہلے ہم یہی دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ سند کے اعتبار سے حدیث کا کیا حال ہے اور اس معاملہ میں جس پایہ کے محدث نے اس کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہو اس کے مرتبہ کے لحاظ سے ہم اس کی رائے کو پوری پوری وقعت بھی دیتے ہیں۔ لیکن فن حدیث کی ان کمزوریوں کی بنا پر جن کا میں نے ذکر کیا ہے ہم اس امر کا التزام نہیں کر سکتے کہ محض علم روایت کی بہم پہنچائی ہوئی معلومات پر پورا پورا اعتماد کر کے ہر اس حدیث کو ضرور ہی حدیث رسول تسلیم کر لیں جسے اس علم کی رو سے صحیح قرار دیا گیا ہو۔ آپ ہماری اس رائے سے اتفاق نہ کریں جس طرح ہم آپ کی اس رائے [illegible]

© rasailojaraid.com